سالانہ قیمت ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر
رمینو منزل۔ وارث روڈ) لاہور
پادری غلام مسیح صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر
پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب
ایم۔ اے (ایمپریس روڈ۔ لاہور) مینیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر
بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے
اور مضامین و اشتہارات
وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹر
ارسال فرماکر ممنون فرمائیں +

# نور افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۰ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۸ ستمبر ۱۹۲۲ء | نمبر ۳۶

## تضمین بر غزلِ حسن

از قلم حشمت شملوی

کوئی ہے مادحِ قدرت۔ کوئی سخنوں کا سودائی — ترے نورِ جہاں افروز کا عالم ہے شیدائی
تجھے بخشی ہے خالق نے وہ محبوبی و یکتائی — ترا ازیبد شہنشاہی در اقلیمِ دل آرائی

بدیں شوخی و رعنائی بدیں خوبی و زیبائی

نہ کیوں ہوں عاشقِ صادق دُ فورِ شوق میں قرباں — فرشتے شکلِ آئینہ ہیں تجھکو دیکھ کر حیران
تری اس حسن زیبائی کی مدحت کیا کرے انسان — تو نور العینی اے مہ رُو تو جانِ جانی اے جاناں

اگر در دیدہ بنشینی دگر در دل فرود آئی

دکھائی تو نے اے عیلے زمانے میں عجب قدرت — تری یکتائی کی جس سے دو عالم میں ہوئی شہرت
ترا شیدا اکیلا میں نہیں ہوں اے قمر طلعت — ہمہ عالم خریدارت ہمہ والہا گرفتارت

ہمہ مشتاق دیدارت تو روزے جلوہ بنمائی

شبِ فرقت میں تنہائی سے پُر از خار تھا بستر — غم و اندوہ سے حشمت کی تھی جانِ حزیں مضطر
بصد الحاح و زاری وہ جو آیا بھی مرے گھر پر — حسن زاں غمزۂ جادو در مجودہ آں پری پیکر

زتن تاب و توانائی۔ ز دل صبر و شکیبائی

## غزل

ثمر۔ جناب منشی وکٹر۔ اے۔ نیوٹن صاحب دہلوی

سیماب کی طپش ہے جو دردِ نہاں نہیں — کب خانۂ جگر میں کوئی میہماں نہیں
میں ہوں شبِ الم ہے کوئی رازداں نہیں — کس سے کہوں کہ درد کہاں ہے کہاں نہیں
کیوں ہوں جواب دیکے شبک چشمِ یار میں — طعنِ رقیب اس لئے دل پر گراں نہیں
اس غنچہ رو کی فکر نے ایسا مٹا دیا — عنقا بھی اب تو میری طرح بے نشاں نہیں
دیکھی ہے جب سے کوچۂ دلدار کی بہار — زاہد تیری قسم مجھے شوقِ جناں نہیں
غم نے گھلا دیا مجھے ایسا کہ نعش سے — مایوس ہے ہُما کہ کوئی استخواں نہیں
اندھیر پھر یہ کیوں نہ مچائے جہان میں — آہوں کا یہ دُھواں ہے کوئی آسماں نہیں
محلوں میں جن کو نیند نہ آتی تھی دھوپ سے — اُن کی لحد پہ آج کوئی سائباں نہیں
کیوں حسن بے ثبات پہ نازاں ہو اس قدر — بیشک وہی بہار ہے جس کو خزاں نہیں
ہو کس طرح سرور کی کم ظرف سے اُمید — خمخانۂ فلک میں مئے ارغواں نہیں

یوں تو ثمر ہے گنجِ مضامین بھرا ہوا
کیا شاعری کروں کہ کوئی قدرداں نہیں

معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ نے ..ہ موپلوں کی جن سے پبلک امن میں کسی قسم کے خطرے کا اندیشہ نہیں۔ رہائی کی منظوری دے دی ہے +

نامہ نگار صاحبان سے التماس ہے کہ ہر ماہ ایک عمدہ مضمون ارسال فرماتے رہیں جو نامہ نگار صاحب ہر ماہ ایک مضمون نہ بھیجینگے اُن سے اخبار کی قیمت لی جائیگی۔ منیجر

# فتح گڑھ چوڑیاں

یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ضلع گورداسپور میں ہے یہاں سی۔ ایم۔ ایس کا کام مدت سے جاری ہے۔ یہاں ایک چھوٹا سا گرجہ اور مشن کا مڈل سکول ہے۔ شروع میں پادری فتح مسیح صاحب انجہانی یہاں رہ کر اس علاقہ میں خداوند کی خدمت کرتے رہے۔ مگر اُن کے کوچ کر جانے کے بعد کوئی پادری صاحب یہاں مقیم نہ ہوئے ۱۹۱۷ء میں پادری پرمانند صاحب کی نارووال سے یہاں تبدیلی ہو گئی۔ آپ نے ۴½ سال کے عرصہ میں اس علاقہ میں اپنی پوری کوشش سے خداوند کی خدمت کی جس کا پھل آپ نے اس جہان میں عنقریب دیکھ لیا۔ پہلے جب وہ وارد ہوئے تو سی۔ ایم۔ ایس کی طرف سے فتح گڑھ اور اس کا علاقہ اِن کو ملا۔ پھر پادری ہال صاحب نے ان کے کام کو دیکھ کر ایک حصہ ان کے ساتھ ملا دیا۔ چند مہینوں کے بعد جب ہال صاحب سنگر وٹنگ آفیسر بنگئے تو بٹالہ اور بٹالہ کی اردگرد کی جماعتوں کے سوائے اور سب علاقہ میں اُن کو کام کرنا پڑا۔ آپ نے نہ صرف اس بڑے علاقہ میں کام ہی کیا بلکہ جماعتوں میں ضروری اصلاحیں بھی کیں۔ اِن کے آنے سے فتح گڑھ کے گرجہ کی جو ایک عام حالت میں پڑا تھا۔ خدا نے سن لی اور پادری صاحب نے اس حالت کو دیکھ کر خداوند کے اُن لفظوں کو دل میں یاد رکھا کہ "تیرے گھر کی غیرت مجھے کھا گئی"۔ پہلے سال میں آپ نے گرجہ کے احاطہ کی ٹوٹی پھوٹی دیوار کی مرمت کی۔ دوسرے سال احاطہ میں پھل دار درخت لگوائے تیسرے سال جو گرجہ کے ساتھ ویسٹری نہ تھی اُس کو بنوایا۔ چوتھے سال اُن درختوں کے واسطے اور جماعت کے لئے جو پانی کے واسطے کوئی کنواں نہ تھا۔ گرجہ کے احاطہ میں کنواں لگوایا۔ اور پانچویں سال گرجہ کی اندرونی دیواروں پر عنقریب پانچ پانچ فٹ تک اونچا سیمنٹ اور ریت کا پلستر بنایا۔ کیونکہ پہلے کلّر سے دیواروں کا بُرا حال تھا۔ اور اب گرجہ کی نہ صرف صفائی ہو گئی۔ بلکہ خوبصورتی سہ بالا ہو گئی اور ان سب اخراجات میں پادری صاحب نے مشن فنڈ سے ایک پیسہ بھی سپرنٹنڈنٹ مشنری سے نہ مانگا۔ سب چندہ کر کے ہی کام چلایا ان سب کاموں میں چودھری دردھا داخاص طور پر کشادہ دلی سے مدد کرتے رہے بلکہ کنواں اُن ہی کے ذمہ تھا۔ تاکہ خود داری اور خود پروری کی رُوح پیدا ہو جاوے۔ مذکورہ بالا کاموں سے خود بخود واضح ہوتا ہے کہ پادری صاحب کا رُسوخ اور اثر سب علاقہ میں اور خاصکر فتح گڑھ کی جماعت پر کیا تھا۔ پہلے مشنری تو شاید خدا پرستی کے سبب سے یا اس لحاظ سے کہ کام عمدہ چل رہا ہے اور کہ چلتی گاڑی کو کیوں روکیں۔ آخر انجن کی کل تو ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔ جب چاہینگے بند کر دینگے۔ اپنا وقت امن اور سلامتی سے گذارتے رہے۔ اب خدا کے فضل سے ۱۵ فروری ۱۹۲۲ء کو ایک نئے سپرنٹنڈنٹ آگئے۔ اُن سے اس بات کی برداشت نہ ہو سکی کہ ایک دیسی پادری کا کسی جماعت یا علاقہ میں ایسا رسوخ یا اثر ہو۔ اُنہوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء کی کمیٹی میں درخواست کر کے کہ اگر پادری پرمانند فتح گڑھ میں رہے تو نہ صرف فتح گڑھ میں بلکہ سب علاقہ میں کوئی قدر نہ ہو گی۔ پادری صاحب کی عارضی تبدیلی بٹالہ میں کرادی۔

اگرچہ یہ تبدیلی عارضی ہی تھی۔ مگر فتح گڑھ کی جماعت نے پادری صاحب کے دلی جوش اور سرگرمی کی خوب داد دی۔ نہ صرف زبان سے بلکہ اس قحط سالی میں اپنے کاموں سے بھی ایک چھوٹا سا جلسہ کیا جس میں خوب مٹھائی اور چاء وغیرہ حاضرین کو دی گئی اور اپنی دلی محبت اور شکرگذاری کے نشان میں ایک خوب وزنی سونے کی صلیب جس پر فتح گڑھ اور محبت کندہ تھی پادری صاحب کو نذر کی۔ جو امید ہے کہ ہمیشہ پادری صاحب کے سینہ پر رہ کر فتح گڑھ کی محبت کو یاد دلاتی رہیگی۔ اب خدا اس سب علاقہ کے لئے کوئی اچھا انتظام کرے۔ الراقم۔ چودھری حاکم فتح گڑھ چوڑیاں۔

---

# مسیحی خدمت نورپور میں

قصبہ جلال پور سے چھ میل کے فاصلہ پر موضع نورپور میں چند ماہ سے راقم نے رذیل قوموں کے درمیان اسکول جاری کیا ہوا ہے گو کہ خاص مکان اسکول کے لئے نہیں ہے۔ کھلے میدان میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ تاہم بارش سے بچنے کے لئے لوگوں نے ایک چھپر ڈال دیا ہے۔ لڑکے تحصیل علم کے بڑے شائق ہیں۔ خاصکر بائیبل کی تعلیم و کیٹی کزم اور بھجن وغیرہ میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ جناب پادری اے سنڈرسن صاحب برائے ملاحظہ اسکول دو مرتبہ تشریف لائے۔ کارروائی مذکورہ دیکھ کر اپنی دلی خوشنودی کا اظہار کیا۔ چونکہ اسکول چماروں کے پورہ میں ہے۔ اتوار کے روز سنڈے اسکول کے وقت بڑے بوڑھے مرد۔ عورت مع بال بچے کے جمع ہو جایا کرتے ہیں اور مسیحی تعلیم بڑے دھیان سے سنتے رہتے ہیں۔ موضع مذکور میں تین خاندان شیونرائنی مذہب کے رہتے ہیں۔ دوران تعلیم میں لڑکوں کو سکھلا رہا تھا کہ یسوع مسیح دکھ ہرن گورو ہیں۔ سامعین میں سے ایک شخص بول اُٹھا کہ ہم لوگ بھی دکھ ہرن گورو کو مانتے ہیں (ج) ہاں تم لوگ شیونرائن داس کو دکھ ہرن مانتے ہو۔ جو حقیقت میں دکھ ہرن نہیں ہیں۔ بلکہ یسوع مسیح دکھ ہرن گورو ہیں جس نے دنیا کا دکھ ہرن کر لیا یعنے دور کیا۔ شیونرائنی آجتک ہم لوگ شیونرائن داس کو دکھ ہرن گورو جانتے تھے۔ مگر اب

# نُورافشان

مطبوعہ ۸ ستمبر ۱۹۲۲ء


## مردِ میدان بنو

ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پادری پریم چند صاحب کے مضمون کو ذیل میں درج کرتے ہیں جو ہر ایک ناظر کے لئے واقعی روحانی خوراک ہے۔ امید ہے کہ اسے غور و خوض سے پڑھا جائیگا۔ ایڈیٹر۔

گذشتہ جنگ کے موقعہ پر بہت قسم کی بھرتی ہوئی تھی۔ دفتروں میں بہت سے بابو نوکر رکھے گئے تھے۔ یہ شخص بندوق اور توپ تو نہیں چلاتے تھے۔ لیکن اس لڑائی میں اِن کا حصّہ ضرور تھا کیونکہ دفتروں کے بغیر لڑائی کا تمام انتظام قائم نہیں رہ سکتا بہت ڈاکٹر کمپاؤنڈر اور بیماروں اور مُردوں کو اُٹھانے والے وغیرہ بھی شامل حال تھے۔ خوراک مہیا کرنے والوں کا محکمہ اپنا کام کرتا تھا۔ یہ تمام اس جنگ میں شامل تھے۔ لیکن مردِ میدان صرف سپاہی تھے جو کہ حکم کی تعمیل پر میدان کے درمیان جان دیتے تھے یہ کسی قسم کی تکلیف سے گریز نہیں کرتے تھے نہ ان کو گولیوں کی بوچھاڑ کی پرواہ تھی نہ گولا باری سے بھاگتے تھے انہوں نے دل میں یہی ٹھانی تھی کہ حکم کے مطابق آگے بڑھنا ہے خواہ جان چلی جاوے۔ روحانی جنگ میں ہر ایک مسیحی کسی نہ کسی عہدے پر ممتاز ہے۔ خواہ وہ دفتر کا بابو ہو یا ورکشاپ کا مستری یا مزدور رہو۔ ہر ایک کا اپنی اپنی جگہ اس لڑائی میں اپنا اپنا کام ہے جس کا حساب ضرور لیا جاویگا۔ الغرض خدمتیں طرح طرح کی ہیں۔ لیکن مردِ میدان صرف وہی ہیں جو کہ دنیاوی ترقی کو بالائے طاق رکھ کر اور فانی دولت کی طرف سے منہ موڑ کر اپنی زندگی کو خالص مسیحی خدمت کے واسطے وقف کر دیتے ہیں۔ یہ میدان جنگ کے خطروں سے نہیں گھبراتے اور نہ ہی دشمنوں کی گولا باری سے بھاگتے ہیں۔ خواہ وہ میدان میں مارے جاویں۔ فتح ان ہی کی ہے۔ ان کا بادشاہ یعنی خداوند مسیح جنگ میں فتحیابی حاصل کرنے کی تدبیریں بتلاتا ہے۔ خود لڑائی میں دوسروں کو بچانے کی خاطر اپنے کو زخمی ہونے دیتا ہے۔ مارا جاتا ہے۔ تیسرے دن جی اُٹھتا ہے ابلیس اور اُس کے تمام لشکر پر فتح حاصل کرتا ہے اُس کے سپاہی بھی دنیا میں سخت تکلیف اُٹھاتے ہیں اور بعض شہید ہونے کے رُتبے کو بھی حاصل کرتے ہیں ضرور فتحیاب ہوتے ہیں۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں۔ ہمارے ملک میں بھی بعض مضبوط مسیحی سپاہی ہیں۔ لیکن بہت کم ہیں۔ جنگ سخت ہے اس واسطے سپاہیوں کی اشد ضرورت ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے قابل مسیحی بھائی لڑائی کے میدان میں آجاویں اور پھر پیٹھ نہ دکھاویں۔

مادہ پرستی کی بیماری جو پلیگ کی طرح پھیل ہوئی ہے ایک ایسی رکاوٹ ہے جس سے بہت کم بچتے ہیں۔ ایک مناد نوکری تلاش کرتا ہوا ایک پادری کے گھر پہنچا۔ پادری صاحب نے کہا کہ تنخواہ کیا لوگے مناد نے کہا کہ پہلے بازار چلو اور میری منادی سُن لو تو تنخواہ مقرر کرنا۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ لکھنؤ کی منڈی میں اُس کستورے کی بہت قیمت پڑتی ہے۔ جو خوب بولتا ہے۔ بعض درخواست کرتے ہیں کہ چونکہ ہم مشن کے واسطے چندہ بہت جمع کرتے ہیں۔ اس واسطے ہماری تنخواہ بڑھنی چاہئیے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے فلانا فلانا امتحان پاس کیا ہے۔ تنخواہ دو تین سو ہو تو کام کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ سب بیوپار ہے۔

مادہ پرستی بیوپار۔ علم ادب وغیرہ کی صورت میں بہت آہستہ آہستہ مغرب سے مشرق کی طرف آرہی ہے اور بہت دلفریب صورت میں بعض نہایت پاکیزہ مقامات کے اندر داخل ہوگئی ہے۔ اس کے اثر سے یہ خیالات پیدا ہوئے ہیں کہ روپے کے بغیر مسیحی خدمت کا کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا یعنی بقول ایک امریکن مشنری کے زیادہ روپیہ زیادہ منادی کم روپیہ کم منادی۔ روپیہ بند منادی بند۔ خدا کی نسبت انسانی عقل اور انتظام پر زیادہ بھروسہ کیا جاتا ہے۔ محبت کی تیز تلوار کی نسبت چاندی کی میخ پر تکیہ ہے مسیحی مذہب کا سب سے بڑا دشمن مادہ پرستی ہے جو شخص ان رکاوٹوں سے پار ہو جاتے ہیں اور خود انکاری کرکے دنیا کی نسبت خداوند پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں وہ ہی مردِ میدان بن سکتے ہیں۔

آجکل کے زمانے میں بہت لکچر ہوتے ہیں بعض بہت فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ لیکن جن کے دل سخت ہو چکے ہیں اُن کو احساس نہیں ہے ؎

ہو چکا ختم جس گھڑی لکچر
جبکہ برخاست ہو گیا اجلاس
کچھ کسی کو نہ ہوا شوق عمل
رہے غافل بچاس میں اُنچاس
تالیاں بج گئیں چیئرز ہوئے
شور ہوا ہیر ہیر چاروں پاس
سن کے اس کان اُڑا دیا اُس کان

ایک کو بھی نہ کچھ ہوا احساس

کمیٹیوں میں بے حد بحث ہوتی ہے۔ بہت باتیں ہوتی ہیں ؎

بحرِ عرفاں کے لئے ہے کشتیٔ دل لازمی
سود مند اس راہ میں الفاظ کا پل ہو چکا

اگر مذہبی کانفرنسوں وغیرہ میں زیادہ وقت خدا کی یاد میں گذرے اور خدا پر پورا بھروسہ رکھا جاوے تو بہت سی مشکلات جو حل ہونے والی نظر نہیں آتیں حل ہو جاویں۔ ناممکن بات ممکن ہو جاوے۔ اور پھر خدا کے گھر میں سے صرافوں کے تختے اُلٹ کر پھینک دیئے جاویں۔ مرد میدان پر ایک اور آزمائش آیا کرتی ہے۔ بے جا نقطہ چینی کے چلتے ہوئے تیر عموماً برستے ہیں بعض گھبرا جاتے ہیں اور بعض بیہوش ہو کر دنیا کے خوش کرنے کی آزمائش میں گرتے گرتے بچتے ہیں۔ لیکن یہ تکلیف تو ضرور آتی ہے۔ خداوند مسیح فرماتے ہیں "پس اس زمانہ کے لوگوں کو میں کس سے تشبیہ دوں۔ وہ اُن لڑکوں کی مانند ہیں۔ جو بازاروں میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے بانسلی بجائی اور تم نہ ناچے۔ ہم نے ماتم کیا اور تم نے چھاتی نہ پیٹی۔ کیونکہ یوحنا نہ کھاتا آیا نہ پیتا اور وہ کہتے ہیں کہ اُس میں بد روح ہے۔ ابنِ آدم کھاتا پیتا آیا اور وہ کہتے ہیں دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار۔ مگر حکمت اپنے کاموں سے راست ثابت ہوئی متی ۱۱: ۱۶ سے ۲۰ تک۔

ہمارے ملک میں غیر مسیحیوں کے درمیان بہت ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض من چلے بہادروں نے مذہبی خدمات کی خاطر دنیاوی دولت وغیرہ کی طرف سے منہ موڑا۔ بڑی خود انکاری کی اور زندگی اس ہی کام میں خرچ کردی۔ وہ نہ تنخواہ اور گدی کے واسطے بحث کرتے ہیں اور نہ اُن کو کسی کا ڈر ہے۔ لوگ اُن کے گلے میں ہار ڈالتے ہیں اور پاؤں چومتے ہیں اور ہر طرح سے اُن کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔ کیا ہمارے درمیان میں بھی ایسی بہت مثالیں ہیں؟ ان باتوں کا چرچا تو بہت ہوتا ہے کمیٹیوں میں بھی کئی فیصلے ہوتے ہیں۔ اخباروں میں بھی کبھی کبھی فقیری سلسلے کا ذکر آتا ہے۔ اور بعض کچھ قدم بھی بڑھاتے ہیں۔ لیکن بہت ضرورت ہے کہ جن کو خدا توفیق دے وہ کسی فکر کے میدان میں آکودیں اور میدانِ جنگ میں جان لڑا دیں۔ فتح ضرور ہوگی۔ جو مرد میدان بنیگا وہ خود انکاری کی مٹھاس کو چکھیگا۔ اور مسیح خداوند کی کامل محبت میں مگن اور شادمان رہیگا "جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے اُسے کھوئیگا اور جو کوئی میرے سبب اپنی جان کھوتا ہے اُسے بچائیگا۔ متی ۱۰: ۳۹

پادری پریم چند۔ منٹگمری۔

---

## جناب پادری جوالا سنگھ صاحب مرحوم

آواز ہائے ہائے کی آتی ہے متصل
گردونِ طلسم گنبدِ ماتم سرا ہے آج

آج نہیں معلوم کیا سبب ہے کہ دل پژمردہ ہے دنیا اور اُس کی ہر ایک چیز ویسی خوشنما معلوم نہیں ہوتی جیسی کہ چاہیئے۔ در و دیوار سے ویرانی اور اداسی برس رہی ہے۔ گھر ویران اور باغ سنسان نظر آرہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دل کی خوشی کسی نے چھین لی۔ ہائے۔

آج کیا حادثہ گذرا ہے جہاں میں جس سے
صفحۂ کاغذ پہ سیاہ اشک سے روتا ہے قلم
کس قدر ہے غمِ جانکاہ کا گلشن میں اثر
خندۂ گل کی بھی آواز ہے ماتم ماتم
کیا ہوا آج جو قمری کی سیاہ ہے پوشاک
سروِ قد کون سا اُٹھا ہے جہاں سے اس دم
رونقِ باغ ہے معدوم یہ حالت کیا ہے
کیوں مری آنکھ میں سنسان ہے سارا عالم
ہے یہ بے وقت صدا چرخ میں کیوں گھنٹے کی
چشمِ نم کیوں یہ چلاتا ہے سارا عالم
پہلواں جو فنِ تقریر کے تھے جوالا سنگھ
دارِ فانی سے ہوئے آج روانِ سوئے عدم
صبر کس طرح کریں صبر تو آتا ہی نہیں
وہ ہی غم ہے جو تا حشر رہیگا ہمدم

ناظرین والا تمکین شہر لکھنؤ میں ۲۶ جولائی ۱۹۲۲ء کا دن بھی قیامت سے کسی طرح کم نہ تھا۔ کیونکہ اُس دن ہم سے ہمارا ایک ایسا عزیز اور علم مباحثہ کا ایسا مرد میدان کہ جس کا لوہا تمام ہندوستان مانے ہوئے تھا اور جس کا نام سنتے ہی ہندوستان کے بڑے سے بڑے مولوی اور پنڈت گھبرا جاتے تھے لیا گیا۔ وہ کون؟ وہ وہی جس کو آج ہم لفظ مرحوم سے نامزد کرتے ہیں۔ یعنے جناب پادری جوالا سنگھ صاحب مرحوم۔

پادری جوالا سنگھ صاحب کا اصلی وطن مینپوری تھا اور آپ وہاں کے ایک معزز ہندو خاندان قوم چوہان ٹھاکر کے فرزند تھے۔ آپ کے والد کنور ہیرا سنگھ صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کی فوج نمبر ۲ بنگال رسالہ میں رسالدار تھے۔ آپ کے خاندان کا مذہب نانک شاہی تھا۔

چند خاندانی وجوہات کے سبب آپ کے والد صاحب نے حالت ملازمت ہی سے اپنی سکونت اناؤ شہر میں اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ پادری جوالا سنگھ صاحب بھی مذکورہ بالا وجوہات کے باعث ۱۸۶۵ء میں شہر اناؤ ہی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم . . . . . . . . مائی سکول اناؤ ہی

میں شروع کی۔ چونکہ اُن دنوں زمانے کا کچھ اور ہی رنگ تھا۔ والد صاحب رسالدار بہادر تھے قوم کے ٹھاکر تھے۔ اُنہوں نے اپنے نوجوان اور ہونہار فرزند کے لئے محکمہ پولیس پسند کیا اور کہہ سُنکر اُن کو پولیس میں ملازمت کے لئے پیش کرکے نوکر رکھوا دیا اور یوں پادری جوالا سنگھ صاحب ۱۸۸۴ء میں سب انسپکٹر ہو کر شہر لکھنؤ میں تعینات ہو گئے۔ اور بعد کو لکھنؤ سے ۱۸۸۵ء میں گونڈہ کو تبدیل ہو گئے۔ اُس زمانہ میں اُن کی طبیعت میں ایک عجیب قسم کا جوش تھا اور آپ مسیحی مذہب کے بہت ہی خلاف تھے۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء میں ایک مشنری صاحب سے لڑ پڑے۔ صرف اس بات پر کہ وہ اُن کے بھائی دھرم جیت سنگھ کو مسیحی بنا رہے تھے۔ اُنہوں نے سخت مخالفت کی اور مسیحی نہیں ہونے دیا۔ لیکن

خدا کے کام کچھ آلات پر نہیں موقوف
ابوالبشر ہوئے بن مادر و پدر پیدا

خدا کی شان دیکھئے۔ اُس زمانہ میں مس گلیمور صاحبہ متھوڈسٹ اپسکوپل مشن کی طرف سے گونڈہ میں مشنری تھیں اور داروغہ جی کے گھر میں بھی آیا جایا کرتی تھیں اور حسب دستور عورتوں کو سینا پرونا سکھایا کرتی تھیں اور انجیل تعلیم بھی دیا کرتی تھیں لیکن داروغہ جی صاحب مس صاحبہ کے آنے جانے سے مطلق خوش نہ تھے۔ لیکن مس صاحبہ کے برتاؤ اور مزاج سے اتنی جرات کبھی نہ ہوئی کہ منع کر سکیں بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی۔ بقول شکر۔

دعائیں ہوئیں کارگر رفتہ رفتہ
ہوا مدتوں میں اثر رفتہ رفتہ

اب تو مس صاحبہ سے اور داروغہ جی سے بات چیت ہونے لگی۔ مس صاحبہ تو یہ چاہتی ہی تھیں۔ اُنہوں نے موقعہ پاکر انجیل سنانا اور سمجھانا شروع کیا۔ پہلے تو بہت چونکے۔ لیکن مس صاحبہ نے اس خوبی اور متانت کے ساتھ خداوند یسوع مسیح کی زندگی اور تعلیم کو پیش کیا اور سمجھایا کہ چند ہی روز میں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داروغہ جی صاحب سب روزنامچہ اور تحقیقات کرنا بھول گئے اور لگے روزمرہ انجیل پڑھنے اور مذہبی تحقیقات کرنے خلاصہ یہ ہے کہ گونڈہ ہی میں سب کچھ مع ملازمت کے چھوڑ کر خداوند یسوع مسیح کے پیچھے ہو لئے اور چونکہ مس صاحبہ خود بپتسمہ نہیں دے سکتی تھیں۔ داروغہ جی مس صاحبہ کے ساتھ لکھنؤ تشریف لائے اور متھوڈسٹ چرچ کے بزرگ ڈاکٹر ٹی۔ ایس جانسن صاحب کے دست مبارک سے ۱۸۸۶ء میں اصطباغ پایا۔

عرش سے لے کے ملک آئے تھے خیر و برکت
اور شیطان کی اُس دن تھی دگرگوں حالت

اُس کے بعد ان کی ملاقات بریلی کے مشہور و معروف جناب ڈاکٹر ٹی۔ جے اسکاٹ صاحب سے ہوئی۔ اُنہوں نے اُن کو اپنی گوں کا دیکھ کر فوراً ہی لے لیا۔ اور تھیولاجیکل سمنری میں داخل کر لیا وہاں سے آپ پوری خواندگی ختم کرکے ۱۸۹۱ء میں نکلے اور بتیا صوبہ بہار میں آپ کا تقرر ہوا۔ لیکن وہاں صرف چند دن رہ کر واپس بلائے گئے اور بریلی تھیولاجیکل سمنری میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ اور وہاں پر کام کرتے ہوئے ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں جہاں آپ بلائے گئے کام کیا اور لوگوں کے منہ بند کر دیئے۔ کسی کو جرات نہ ہوتی تھی کہ پادری صاحب کی تقریر کے بعد کچھ منہ کھولے اور خاصکر آریہ بھائی تو پادری صاحب کے نام ہی سے تھرانے لگتے تھے۔

عمر کے آخری حصہ میں آپ کا تقرر لکھنؤ میں ہوا۔ یہاں پر آپ دس گیارہ برس رہے اور لکھنؤ سے شہر میں کسی شخص کی جرات نہ ہوتی تھی کہ آپ کے مقابلہ میں ایک گھنٹہ بھی تقریر کر سکے۔

خدا کے فضل سے آپ کو علم مباحثہ اور تقریر میں کمال حاصل تھا۔ چار چار اور پانچ پانچ بلکہ چھ چھ گھنٹے تک آپ اُسی آواز اور لطف کے ساتھ بولتے رہتے تھے۔ اور فصاحت کا یہ حال تھا کہ مخالفین تک وجد کرتے تھے۔ حقیقت میں آپ ہندوستان کے مسیحیوں کے فخر تھے۔ آپ کی یاد سے قلب پر ایک خاص اثر اور درد ہوتا ہے۔ مگر

یہ جہاں ہے عالم رنج و محن نہ سفیر دل اپنا یہاں پہ لگا۔
نہ رہیگا یہاں پہ کوئی رہا کہ ہے رہنے کی یہ تو سرا نہیں

سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔ موت سے بالکل کسی کو چارہ نہیں ہے۔ آخرکار پادری جوالا سنگھ صاحب بھی سات ماہ کی سخت علالت کے بعد بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۲۲ء بروز بدھ ۸ بجے شب اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے نہیں بلکہ نقل مکان فرما گئے۔ کیونکہ

فنا کیسی بقا کیسی جب اُن کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ نکلے کبھی اُس گھر میں جا ٹھہرے

اور اب وہ اپنے اُس منجی مصلوب کے جس کی خبر زندگی میں سُنایا کرتے تھے گود اور ابدی آرام میں ہیں اور ہمیشہ تک اُس کے ساتھ رہینگے۔ پادری صاحب کے ہوش و حواس آخری دم تک درست تھے۔ گو زبان بند تھی۔ مگر آنکھوں سے اپنے عزیزوں اور خاصکر اپنی پیاری بیوی کو عجیب حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اور جب اُن کی بیوی نے رو کر آخری وقت اُن سے کچھ کہا تو ہاتھ اور آنکھ سے اوپر کو کچھ اشارہ کیا اور اپنے پاؤں خود پھیلا کر سیدھے کئے۔ اور ہونٹوں سے کچھ کہتے جاتے تھے۔ گو آواز سمجھ میں نہ آتی تھی مگر ہونٹوں کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ خداوند یسوع مسیح

کا نام لے رہے ہیں۔ سچ ہے بقول آتیق

یاں نزع میں بھی نام مسیحا ہے زباں پر
سچ ہے کہ جو پڑ جاتی ہے عادت نہیں جاتی

پادری صاحب تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں اور بیوی کو روتا اور بلکتا چھوڑ گئے۔ ناظرین نورافشاں سے عرض ہے کہ پسماندگان کیلئے دعا کریں کہ خداوند عالم بالا سے اُن کو تسلی اور صبر عطا فرما دے۔

راقم خاکسار۔ پادری پی گارڈنر تصیبر
از ملہور۔ ضلع کانپور۔

---

## ٹیکسلا میں مشن کا کام

از قلم سوہن سنگھ سچدیو

ناظرین اخبار آپ لوگوں کو معلوم ہوگا اور عام لوگوں نے ٹیکسلا کی خود بھی سیر کی ہوگی۔ ٹیکسلا ایک بہت پُرانا شہر ہے جو کہ مسیح سے ۷۰۰ سال پیشتر آباد تھا اور کئی سالوں سے قحط کے سبب فنا ہو گیا تھا اور دب گیا تھا۔ اس عرصہ کے بعد خاندان مغلیہ اس پر حکمران تھا اور پھر خالصہ جی بھی اس پر حکومت کرتے رہے۔ لیکن کسی کو اس جگہ کا پتہ نہ لگا۔ یہ شہر بدھ مذہب کا دارالخلافہ تھا۔ اور ایک بہت بڑا بھاری شہر تھا۔ اس جگہ راجہ کرن۔ راجہ بکرماجیت اور راجہ سری کپ بھارت اور مہاتما بدھ بھارت دیش کے بڑے بڑے پُرانے مہاراجے حکمران تھے۔ اور آج تک بھارت نواسیوں کو مہاراجہ بکرماجیت اور سری کپ کی کہانیاں یاد ہیں اور بعض اوقات ہندو صاحبان ہولیوں کے دنوں میں سوانگ بھی بنایا کرتے ہیں۔ اور کسی کو بکرماجیت اور کسی کو کوئی راجہ بنا کر اس طرح کی حکومت کی مثال دیا کرتے ہیں۔ لیکن بھارت نواسیوں کو بہت دیر تک اس شہر کا پتہ تک نہ ملا۔ واقعی ہیں بھارت ورش بہت کوشش کرتے رہتے تھے کہ اس شہر کو ڈھونڈیں جب وہ یونانی زبان کی بڑی بڑی کتابوں کو جو کہ اُس وقت کی لکھی ہوئی تھیں پڑھتے تھے تو نہایت ہی پریشان ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ اُسے پاتے نہ تھے۔ بہت سا عرصہ گذر جانے کے سبب اس جگہ کا بھید کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ آتا تھا۔ بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ جس وقت مغلیہ خاندان حکمراں تھا اُنہوں نے اس شہر میں بہت سے بت دیکھ کر اور ہندو راجاؤں کا ایک دارالخلافہ سمجھ کر اُس شہر کو آگ لگا کر رہتے سہتے بتوں کو بھی تہس نہس کر دیا تھا۔ شاید ان کو پتہ نہ تھا کہ یہ وہی شہر ہے جس کی بابت یونانی ہسٹریاں بڑا زور دے رہی ہیں کہ اس مُلک میں ٹیکسلا کوئی بڑا شہر ہے۔ واہ خدا کی قدرت مغلیہ خاندان نے تو بڑا بھاری کام کیا یعنے اس مقام کو ڈھونڈنے میں بڑی مدد دی۔ جس وقت اُنہوں نے اس شہر کو جلا دیا تھا تو وہ بُت جو مٹی کے تھے جل جانے کے سبب پک گئے۔ اور پختہ ہو گئے۔ اگر وہ اسی طرح مٹی کے بنے ہوئے رہتے تو شاید آج تک اُن کا کوئی نام و نشان تک بھی نہ ہوتا۔ اور یہ شہر الوپ ہی رہتا۔ لیکن مغلیہ خاندان نے جو یہ مدد دشمنی سے کی خدا نے سچی مدد بنا دی۔ اور آج وہ پُرانے زمانے کی نشانیاں بدھ مذہب کی قائم ہیں۔ انہی نشانیوں کے برآمد ہونے پر تبت کے باشندوں کو جو مہاتما بدھ کے پجاری تھے خبر ہوئی کہ وہی شہر جس کے متعلق مہاتما بُدھ جی نے بدھی کتاب میں لکھا ہے وہی ہوگا۔

### تبتی قاصد کا ٹیکسلا میں آنا

۱۹۰۹ء میں تبت کی بھیجی ہوئی ایک کمیٹی نقشہ وغیرہ لے کر ٹیکسلا میں پہنچی تو پہاڑی زمین کو عین نقشہ کے مطابق پایا۔ اور اپنے بزرگوں کے تبتوں کو سچا کر کے اور نذرانہ وغیرہ اور علاقہ والوں کو ہمراہ لے کر نہایت جانفشانی کے ساتھ کتنے دنوں تک دیکھ بھال میں لگی رہی اور بڑی کوشش کے ساتھ ہر ایک جگہ کو نقشہ کے ساتھ ملا ملا کر پرکھا۔ گو اس کو بیٹری کے مطابق لکھے ہوئے نشان کم ملتے تھے۔ تو بھی اُس کو یقین ہو گیا کہ یہی ٹیکسلا شہر ہے۔ جس کی بابت یونانی کتابیں کہہ رہی تھیں کہ ہمارے بزرگوں کا اس مُلک میں بڑا بھاری دارالخلافہ تھا۔ اسی اثنا میں برٹش گورنمنٹ کو بھی جو ایسی جگہوں کی تلاش میں تھی خبر ہو گئی۔ اور ڈپٹی کمشنر ضلع اس جگہ پر پہنچے اور تبتی کمیٹی کو اس جگہ بڑی دلیری سے کام کرتے پایا اور تھوڑا سا پتہ چلاتے ہوئے اُن دونوں کے درمیان بہت دیر تک گفتگو ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تبتی صاحب نے اس جگہ کے لئے موجودہ حکومت کی عدالت میں قابضوں سے جو کہ بہت دیر سے قابض تھے اپنا حق ظاہر کر کے لینے کی درخواست کی اور معلوم ہوا کہ اس کے بعد تبت سے ایک اور گروپ برٹش گورنمنٹ کی خدمت میں پہنچا۔

### حکومت کا اس جگہ کو خریدنا اور ایک خاص افسر کا اس جگہ پر تعینات کرنا

۱۹۱۰ء میں موجودہ حکومت نے اس جگہ کو جو بڑی محنت اور جانفشانی کے بعد دستیاب ہوئی تھی کافی زر دے کر خرید لیا اور سرجان مارشل صاحب کے۔ ٹی۔ سی۔ آئی۔ ایم۔ اے (ایف۔ ایس۔ اے) آنریری (اے۔ جے۔ آر۔ آئی۔ بی۔ اے) ایکسٹرا ڈائرکٹر جنرل آف آرچی آلوجی آف انڈیا کو اس جگہ کا ذمہ دار افسر مقرر کیا اور اُنہوں نے اس پُرانے شہر کی کھودائی بڑی احتیاط سے شروع کی اور اُن کی محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور اور ٹیکسلا

کا عجائب گھر پُرانی چیزوں سے معمور کر دیا گیا۔ اور اُن کے ذریعے سے ٹیکسلا کی خاص گائیڈ بُک تیار کی گئی ہے اور فروخت ہوتی ہے۔

## ٹیکسلا کیا تھا

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بدھ مذہب کی حکومت کا دار الخلافہ تھا اور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پکّی اینٹ کی گلیاں تھیں اور ہسٹری کو پڑھنے سے معلوم ہوا ہے کہ یہاں پر ایک بڑا بھاری میڈیکل کالج تھا اور ایک مشہور سرجن کام کرتا تھا اور زیادہ دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہاں پر ایک بڑی بھاری یونیورسٹی تھی۔ جس میں ملک ہندوستان کے بڑے بڑے جودھے دنیاوی تعلیم کو حاصل کیا کرتے تھے۔ یہ شہر قحط کے سبب سے فنا ہو گیا تھا۔ اس کی تواریخ بہت لمبی ہے جو میں ابھی بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ شوقین احباب (اے گائنڈ ٹو دی ٹیکسلا) منگا کر ملاحظہ فرمائیں جو کہ سر جان مارشل صاحب بہادر کی تصنیف ہے۔

(باقی دارد)

---

## اک مسخرہ یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

**لطیفہ۔** ایک جوان کریم بخش عقل کا پورا سادہ لوح جس کام کو ہاتھ لگا دے کچھ نہ کچھ خرابی اس میں ہو جاوے ارادتاً نہیں مگر عقل کی کوتاہی۔ دور اندیشی کا گھاٹا ہوتے ہوتے لوگ اُسے بمصداق مثل برعکس نہند نام زنگی کافور اُسے بدھو پکارنے لگے۔ وہ بیچارہ کس کس کے ساتھ لڑے۔ اپنا گاؤں چھوڑ کر کسی دوسرے گاؤں میں چلا گیا محنت مزدوری کر کے گذارہ کرتا۔ ایک بڑھیا کے گھر میں رہتا تھا۔ جگہ تو تبدیل کر لی۔ آدمی تبدیل کر لئے۔ مگر عقل تبدیل نہ ہوئی۔ ایک دن بڑھیا نے اُسے کچھ کام بتایا تو وہ اس سے بگڑ گیا۔ بڑھیا نے اُسے کہا کہ تو بھی بدھو ہی ہے۔ میاں کریم بخش بڑے حیران ہوئے اور اُس بڑھیا سے کہتے ہیں کہ مائی مجھے سچ سچ بتا دے کہ تجھ کو کس نے بتایا کہ میرا نام بدھو ہے۔ اسی نام کی خاطر تو میں نے اپنا دیس چھوڑا۔ یہاں بھی اس نام نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ بڑھیا نے کہا کہ اس کے بتانے کی ضرورت نہیں ایسے عقل کے پورے کو سوائے بدھو کے اور کیا کہا جائے۔

میں حیران ہوں کہ ایڈیٹر نورافشاں کو کہاں سے پتہ لگا کہ حضرت واعظ نے کوّے کھائے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے۔ *۵۰ برس ہوئے کہ میں نے سیالکوٹ میں پریس جاری کیا۔ اس وقت سیالکوٹ میں پریس کے متعلق کوئی سامان نہ ملتا تھا۔ لاہور سے لانا پڑتا تھا۔ سیالکوٹ اور وزیرآباد کے درمیان ریل بھی نہ تھی۔ یکّہ کی سواری تھی سنبھڑیال اسٹیشن پر یکّے آرام کے واسطے ٹھہرتے تھے۔ یعنے سنبھڑیال اڈّہ تھا۔ چونکہ عام یکّے چلتے اور سینکڑوں مسافر روز سفر کرتے۔ مسافروں کے دو گھڑی ٹھہرنے کا اچھا انتظام تھا۔ کھانے پینے کا بندوبست بھی خاصا تھا۔ ایک مسلمان نان بائی وہاں تھا جو اچھا صاف ستھرا اور اُس زمانہ کے جنٹلمینوں کے لائق تھا۔ اُس کی دوکان پر بھیڑ لگی رہتی تھی۔ میں بھی اکثر وزیرآباد آتے جاتے اُس کی دوکان سے کھانا کھایا کرتا تھا جب جاتا کہو بڑے میاں کچھ تیار ہے۔ ہاں حضور آیئے کبوتر تیار ہیں۔ عمدہ ترکاری کبوتروں کی۔ یا کباب کئے ہوئے کبوتر ۲ میں دو کبوتر۔ دو پیسے کی روٹی سستا سماں تھا۔ ۲ میں خوب پیٹ بھر جاتا تھا۔ عرصہ تک میں وہاں آتے جاتے کبوتر کھاتا رہا۔

ایک دن میری بدقسمتی وزیرآباد جو پہنچا تو ریل روانہ ہو چکی تھی رات وزیرآباد میں ٹھہرنا پڑا۔ ایک مسیحی دوست کے ہاں جا ٹکا۔ کھانے کے وقت مجھے بھی شریک کر لیا قحط تو تھا ہی نہیں کہ مہمان کو دیکھ کر دم خشک ہو۔ چونکہ میں سنبھڑیال سے کھا گیا تھا۔ انکار کیا۔ فرماتے ہیں تھوڑا بہت تو کھاؤ۔ میں نے کہا کہ کیا کھانا ہے۔ دال ہو گی یا معمولی گوشت ہو گا اور کیا ہو گا۔ میں تو کبوتر کھا کر آیا ہوں۔ فرمانے لگے کہ سنبھڑیال سے کھائے ہونگے اور کہاں سے وہیں سے کھا کر آیا ہوں۔ فرمایا کہ اچھی بات ہے۔ پھر آپ وہیں بیٹھے رہیئے۔ دسترخوان کے نزدیک نہ آیئے۔ ارے بھائی وجہ۔ سبب۔ باعث۔ ایسی بے اعتنائی ایک دم۔ فرماتے ہیں ارے میاں تم تو کوّے کھا کر آئے ہو۔ وہ مسلمان نانبائی عرصہ سے یہی کام کرتا ہے۔ کوّے مارتا ہے۔ کبوتر کہہ کر آپ جیسے چوہڑوں کو کھلا کر ٹکے کھرے کر لیتا ہے۔ حرام حلال کی وہاں پرسش نہیں۔ کیونکہ مسلمان ہے۔

میں تو خوب ہنسا۔ اچھا ہوا۔ یوں کب کوّا کھانا تھا۔ مگر بھولے بھول گوہ کھائی۔ اب کے کھائے تو رام دوہائی۔ یہ ہے واعظ کے کوّے کھانے کی رام کہانی۔ آپ کو کس نے بتایا۔ یا تو آپ نے تجربہ کیا ہے۔ یا بزرگوارم پادری احمد شاہ صاحب جگرانوی کے تجربہ سے معلوم کیا ہو گا۔ کیونکہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ ضعیف العمر ہیں۔ مگر اب تک صاحب ہمت صاحب حوصلہ ضرور یہ کوّوں کی خوبی ہے۔ تو اب آپ کس بات کی انتظاری کرتے ہیں۔ کوّوں کی معجونی طاقت اور قوت تو آپ نے حضرت واعظ میں دیکھ لی کہ لاہوری گریجوایٹ ایڈیٹروں سے زیادہ ہمت والا۔ جوان پادریوں سے زیادہ محنت کش اور صاحب حوصلہ ہے تو پھر آپ کیا دیکھتے ہیں۔

*فٹ نوٹ۔ واعظ کی آٹو بایوگرافی سے نقل کیا گیا۔ واعظ

یہ سچ ہے کہ شد آں مرغ کہ خایہ زریں نہاد۔ نہ وہ اڈا رہا۔ نہ کبوتر رہے۔ نہ نانبائی رہا۔ کبوتروں کا ملنا تو مشکل۔ مگر کوّوں کا ملنا تو آسان ہے۔ ایک پیسے کی دیا سلائی میں ایک مہینہ بھر دو کوّے آپ روز مار کر بغیر تمیز حرام حلال کے زہر مار کر سکتے ہیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ واعظ نے کوّے کھائے ہوئے ہیں۔ آپ بھی بے فکر ہو کر کھائیے ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ واعظ بے خبر نبود ز راہ و رسم منزل ہا!

کہتے ہیں کہ بڑھا کوّا دانا ہوتا ہے۔ آپ نے کبھی انوار سہیلی (کلیلہ دمنہ) میں پڑھا ہوگا۔ واعظ بھی بڈھا ہے۔ اگرچہ کوا نہیں مگر کوّے کھائے ہوئے تو ہے۔ کیسی عقل کی اور پتے کی باتیں کہتا ہے۔ آپ جیسے جوان ایڈیٹروں کو ابھی شاگردی میں لے سکتا ہے۔ یہ سب کوّوں کی طفیل ہے۔ لہٰذا

اِک مسخرہ یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے۔

بقلم۔ واعظ

## مبارکباد

ہم پادری این۔ پی داس پاسٹر فیروز پور شہر کے دوستوں کو یہ خبر فرحت اثر دیتے ہیں کہ آپ ۵ ستمبر ۱۹۲۲ء کے روز صبح کے چار بجے ایک لڑکی کے باپ ہو گئے ہیں اس کے لئے ہم پادری صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں

ف۔ بڑھاپے کے سبب واعظ صاحب بھی بہتر سے گئے ہیں عقل اور پتے کی کہنے والے ہیں ثابت کر گئے ہیں مگر جوان ایڈیٹروں کے اُستاد بننے کو خود آ گئے ہیں۔ حضرت آپ کی شاگردی کوئی گالی تو نہیں ہے۔ بات تو یہی ہے کہ ہمارے اُستاد نے کبوتر (کوّے) کھائے ہیں۔ کہو کیسی رہی؟ اگر کہو تو دوسرا راز بھی فاش کر دیں؟

ایڈیٹر

اور دعا کرتے ہیں کہ جس خدا نے آپ کو زندگی کا انعام بخشا ہے وہ اس بچے کو زندگی کی درازی اور پیری اور سلامتی بخشے کہ وہ اپنے والدین کی خوشی کا موجب اور اپنے خُدا کے حضور اس کا گواہ ہووے۔ آمین

## مرحوم پادری جوالا سنگھ

ہم پادری گارڈنر صاحب کے دل سے شکر گزار ہیں کہ آپ نے مرحوم پادری جوالا سنگھ صاحب کے حالات کو اختصار کے ساتھ قلم کے حوالے کیا ہے۔ مرحوم پادری جوالا سنگھ کی بابت اور اُن کی مسیحی خدمات کی نسبت جس قدر لکھا جائے کم ہے۔ ہم امیدوار ہیں کہ پادری صاحب کا ذکر خیر اور صاحبان بھی کرینگے۔ میدان مباحثہ میں پادری صاحب مرحوم مسٹر اکبر مسیح کے قابل قائم مقام تھے۔ اب دیکھیں اُن کا قائم مقام کون میدان میں آتا ہے؟

## سر آرتھر سی ڈائل اور بندش شراب

سر آرتھر کینن ڈائل یورپ بلکہ تمام مغربی دنیا کے سپرچولسٹ فرقہ کے سب سے بڑے لیڈر ہیں اور عموماً اسی فرقہ کی تبلیغ و تلقین کے لئے مختلف حصص دُنیا میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔

چند ہی دن ہوئے وہ امریکہ میں تھے جہاں بندش شراب کا قانون چند سالوں سے نافذ ہو چکا ہوا ہے سر آرتھر کو امریکہ میں بندش شراب کے نظارہ نے معلوم ہوتا ہے بہت ہی متاثر کیا ہے۔ چنانچہ نیویارک سے روانگی کے وقت اُنہوں نے نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار سے جو باتیں کیں وہ سننے کے قابل ہیں:۔

اُنہوں نے کہا کہ میں انگلستان میں قانون بندش شراب کا حامی ہو کر واپس جاتا ہوں۔ میں وہ شخص ہوں جس کو شراب خواری آج تک مرغوب رہی ہے۔ تاہم میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ نسل اگر وہ اپنے عیش و عشرت کی چیزوں سے باز آ جائے تو ایک بہت بڑا کام کریگی بجائیکہ ایسا کرنے سے وہ آئندہ نسل کو کثرت شراب خواری کے بد نتائج اور مصائب سے بچا سکے۔ یہاں (امریکہ میں) شراب خواری پہلے کی نسبت بہت کم رہ گئی ہے۔ آج اگر آپ کو شراب کی ضرورت ہو تو ایک تنباکو کی پڑیہ کی طرح اس کی تلاش میں آپ کو سرگرداں ہونا پڑتا ہے۔ قبل ازیں کثرت شراب کی یہاں یہ حالت تھی کہ گویا شراب کی بوتل خود آپ کے منہ سے آ لگتی تھی"۔

انہی خیالات کی تائید لیڈی کینن ڈائل نے بھی کی۔ اور اپنے خاوند کی بڑے زور سے تصدیق کی۔

اِن خیالات سے ظاہر ہے کہ امریکہ نے بندش شراب کے متعلق قانون نافذ کرنے میں جو سبقت دکھائی ہے وہ بہت فایدہ کا موجب ہو رہی ہے اور نہ صرف خود امریکہ ہی میں شراب خواری کا اب بہت کچھ انسداد ہو چکا ہے۔ بلکہ دوسرے ممالک (انگلستان وغیرہ) میں بھی عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب اس کا استیصال قانوناً ہو جائے۔ سر آرتھر کینن ڈائل کا اثر سپرچولسٹ فرقہ پر بہت ہے اور اگر وہ اپنے اثر سے کام لے کر شراب خواری کو روکنا چاہیں تو سپرچولسٹ فرقہ کے ہزارہا لوگ اس سے تائب ہو جائینگے اور اس طرح یہ تحریک بہت سرعت کے ساتھ پھیل سکیگی۔

کاش ہندوستان میں بھی جہاں تمام اقوام و مذاہب کے لوگ شراب خواری کو بُرا سمجھتے ہیں۔ انسداد شراب کی کوئی صورت پیدا ہو۔ (پیغام صلح)

## پسی فٹ جانسن

ڈبلیو۔ ای جانسن اس شخص کا نام ہے۔ جو امریکہ میں بندش شراب کا موجب ہوا "پسی فٹ" (گربہ قدم) کا ظریفانہ خطاب عوام الناس کی طرف سے اِس کو

ملا ہے۔ کیونکہ وہ نہایت چپکے چپکے اور خفیہ طریقوں سے قانون بندش شراب کی خلاف ورزی کرنے والوں کی خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ اس شخص کی ہمت قابل داد ہے وہ شراب کے خلاف تبلیغ و اشاعت کرنے میں وہ ہر وقت مصروف ہے بلکہ اس بندش شراب کے حق میں لندن میں لکچر دیتے ہوئے ایک مخالف کے پتھر نے اس کی آنکھ کو زخمی کیا اور آنکھ نکلوانی پڑی

اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہندوستان بھیجا گیا تھا۔ ٹریبیون کا لندنی نامہ نگار راوی ہے کہ حال ہی میں وہ نیوزیلینڈ جا رہا تھا کہ رود بار انگلستان میں جہاز ٹوٹ گیا اس کی ظرافت پسندی سے فائدہ اٹھا کر اُس کو یونس نبی سے مماثلت دی اور تجویز کی کہ جس طرح جہاز کو بچانے کے لئے یونس کو اُس کے ساتھیوں نے اٹھا کر دریا میں پھینک دیا اس کو بھی سمندر میں پھینک دیا جائے۔ بہر حال خیر ہی کہ جوں توں کرکے جہاز واپس ساحل انگلستان پر پہنچ گیا۔ اور "پسی فٹ" حسب معمول ہنستا ہوا خشکی پر آگیا۔ اور پھر دوسرے دن نیوزی لینڈ روانہ ہوا۔

نامہ نگار ٹریبیون کا بیان ہے کہ ہندوستان کی اصلاح شراب نوشی کے متعلق مسٹر جانسن اپنے آپ کو پوری طرح خبردار رکھتے ہیں۔ اور اُن کو اپنے ہندوستانی سیکرٹری مسٹر ترینی پرشاد سہنا سے پورے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ مسٹر سہنا امریکہ جا رہے ہیں جہاں مقام ٹارنیٹو میں شراب کے خلاف ایک بڑی مجلس منعقد ہونے والی ہے۔ جس کا نام ہے انٹرنیشنل کنونشن آف دی ورلڈ لیگ اگینسٹ الکحل۔ (۱۱)

---

## مریخ میں ذی حیات ہیں یا نہیں

گزشتہ علمائے ہیئت سیارہ مریخ کے مشاہدہ کے مطالعہ میں خاص طور پر مصروف رہے۔ اس لئے کہ اس طرف کچھ عرصہ سے یہ مبارک کرہ ارض نہایت سرعت سے یعنی کوئی دس لاکھ میل فی یوم کی شرح رفتار سے بڑھتا آ رہا ہے۔ اور ۸ اجون کو بہت ہی قریب آگیا تھا۔ اگرچہ اس وقت بھی اس کا فاصلہ ہم سے بہ قدر پانچ کروڑ ڈھائی لاکھ میل کے باقی رہ گیا تھا۔ اس کا رنگ ہمیشہ سے سرخ و آتشیں رہا ہے۔ اس وقت اس کی سرخی و آتش رنگی اور بڑھی ہوئی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے رصد خانوں میں بیسیوں علمائے فن نے اس کے مشاہدہ و معائنہ کے متعلق خاص اہتمام کئے تھے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس کی سطح پر حیات حیوانی کے وجود کا مسئلہ یقیناً یا اثباتاً کسی نہ کسی پہلو سے اس وقت ضرور طے ہو گیا ہوگا۔

مریخ و ارض کی درمیانی مسافت جو کبھی بھی اقل ترین مقدار تک پہنچ سکتی ہے اس کی تاریخ وقوع ۲۲ اگست ۱۹۲۲ء ہوئی۔ اس وقت مریخ کرہ زمین سے اس قدر قریب ہو جائیگا کہ جس سے زیادہ قریب کا کبھی امکان نہیں۔ تاہم اس وقت بھی یہ فاصلہ ۳ کروڑ ۴½ لاکھ میل کا رہیگا (اصلاح)

---

## پارچہ بافان مانچسٹر

### ہندوستان کو سوراج دلانے کی حمایت

ہندوستان میں ولایتی کپڑے کے بائیکاٹ سے پارچہ بافان مانچسٹر کی بہت بُری حالت ہوئی ہے۔ اور وہاں کے کاریگروں کی انجمن نے ایک اعلان پارچہ بافوں کی طرف شائع کیا ہے جس میں ہندوستان کو سوراج دئے جانے کی اور ٹرکی کے ساتھ صلح کرنے کی حمایت کی گئی ہے۔ اعلان میں لکھا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام مشرق وسطیٰ ہمارے خلاف ہے اور اگر ہماری موجودہ پالیسی جاری رہی تو مانچسٹر کے جولاہوں پر سخت آفت نازل ہوگی۔

یہ ہے نتیجہ ولائتی کپڑے کے بائیکاٹ کا کہ مانچسٹر کے جولاہے بائیکاٹ سے تنگ آکر ہندوستان کو سوراج دینے اور ٹرکی سے صلح کرنے کی حمایت کرنے لگے ہیں کیا گورنمنٹ برطانیہ کے ذمہ دار اراکین انجمن مذکور کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے پارچہ بافان مانچسٹر کو آنے والی آفت سے بچانے کی کوشش کرینگے۔ اور ہندوستان کی بہتری کو مدنظر رکھ کر نہ سہی مانچسٹر کے جولاہوں کی مصیبت کے خیال سے ہندوستان کو سوراج دیدینگے (اخبار عام)

---

## خبریں

**نیویارک۔** ۳۰ اگست کی خبر ہے کہ بحری طوفان میں جاپان کا ایک جنگی جہاز غرق ہو گیا ہے۔ ۳۰۰ ملاحوں میں سے ایک بھی نہیں بچا۔

**لنڈن۔** ۳۰ اگست کی خبر ہے کہ کمال فوج کے حملے سے یونانی سخت بے ترتیبی سے فرار ہو رہے ہیں۔ یونانی فوج سخت نقصان اٹھا رہی ہے۔

**لنڈن۔** ۳۰ اگست کی خبر ہے کہ مسوپٹامیہ کی حالت بہتر ہے۔ سر پرسی کاکس فیصل بادشاہ سے پورا اتفاق رکھتا ہے۔

**کپتان** میلن اور میکملن نے آج اپنا اسباب لندن کو بک کر دیا ہے اور امید ہے کہ وہ ۸ ستمبر کے روز ملو سٹیمر پر سوار ہو کر انگلینڈ کو جائینگے۔ بیجر بیک اُن کے ہمراہ نہ جائینگے۔

**واشنگٹن۔** ۳۰ اگست کی خبر ہے کہ امریکہ سے سوویٹ روس میں ایک کمشن آنے والا ہے اسے اختیار اسی قدر حاصل ہوگا کہ وہ سوویٹ روس کی حالت کا معائنہ کرے گورنمنٹ سے کسی قسم کی بات چیت نہ کر سکیگا۔

**پیرس۔** ۳۰ اگست کی خبر ہے کہ فرانسیسی جنگی

جہاز جو غرق ہوگیا تھا اُسے دوبارہ تیرانے کے لئے دو کروڑ فرینیس کے خرچ کا اندازہ کیا گیا ہے۔

**پیرس** ۳۱ اگست کی خبر ہے کہ وہاں ہوائی طوفان اور اولوں نے کئی ضلعوں کے انگورستانوں کا سخت نقصان کیا ہے۔ تمباکو کی فصل برباد کردی ہے حقہ پینے والے صاحبان کے لئے سخت افسوس کا دن ہے۔

**پیرس** ۳۱ اگست کی خبر ہے کہ ایشیا میں ترک عظیم فتح کے مدعی ہیں یونانی افواج ہر جگہ فرار ہو رہی ہے۔

**لنڈن** ۳۱ اگست کی خبر ہے کہ جرمنی خواہ ہزار عذرات کرے پر اُسے تاوان جنگ ضرور ادا کرنا پڑیگا۔

**لنڈن** ۳۰ اگست کی خبر ہے کہ آئر لینڈ میں خانہ جنگی زوروں پر ہے۔

گرو کے باغ کے متعلق تحریک ہنوز زوروں پر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اجتک اکالی جتھوں نے صبر و استقلال کے اعلیٰ نمونے دیئے ہیں بجائے مار پیٹ کے اگر گورنمنٹ ان اکالیوں کو آگے بڑھنے سے باز رکھے تو ان جوشیلے اکالیوں کی جسمانی مزدوری خود ان کو واپسی پر مجبور کردیگی۔ یا گورنمنٹ مزاحمت ہی نہ کرے۔ گُردوارے اُن کا مذہبی معاملہ ہے۔ ان کو خود نپٹ لینے دیوے تو زیادہ بہتر ہے۔ آخر اکالی اور غیر اکالی سکھ بھائی ہیں۔ انہوں نے ایک ہو جانا ہے۔ یہ معاملہ ہی سکھوں کے سپرد کردے تو سب سے اچھا طریق عمل ہے۔

**سرکاری** اعلان ہے ضلع انبالہ کے چند گاؤں کی بابت جو خبر بندے ماترم مطبوعہ ۲ جولائی نے طبع کی تھی کہ ۹ بجے شام سے اس گاؤں کے مرد و عورت کو اپنے گھر چھوڑنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ تحقیق کرنے پر بے بنیاد پائی گئی ہے۔ ایسا کوئی حکم ان گاؤں کو دیا نہیں گیا ہے۔

**سرکاری** اعلان ہے ۱۵ جولائی ۱۹۲۲ء کے روز سے پنجاب میں پلیگ سے بیمار ہونے کی کوئی رپورٹ نہیں ہوئی۔

آر۔ ٹی۔ وی۔ ہو جونیر اسسٹنٹ سکریٹری پنجاب گورنمنٹ

**سرکاری** اعلان ہے کہ لالہ پیارے لال وکیل اور دیوان جگن ناتھ پلیڈر مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۲۲ء کے روز زیر دفعہ ۵۰۷ تعزیرات ہند تخفیف نا جائز دلانے کے جرم میں گرفتار کئے گئے تھے اور ان پر مقدمہ چل رہا تھا وہ مقدمہ اس لئے واپس لے لیا گیا ہے کہ دونوں ملزموں نے اعتدال پسندی کا سرکار سے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ آگے کو کبھی ایسے افعال کے مرتکب نہ ہونگے (ر ر)

**سرکاری** اعلان ہے کہ ایسٹ انڈین ریلوے کے منتظم اطلاع دیتے ہیں کہ پتری بکھ کے میلا کے لئے جو ۶ ستمبر ۱۹۲۲ء سے ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء تک مقام گیا فراہم ہوگا۔ سپیشل گاڑیاں مہیا نہ ہو سکینگی۔ لہٰذا میلا میں جانے والوں کو سفر کی تکالیف سے مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ان کا انتظام کرکے گھر سے روانہ ہوں۔ پی۔ ڈ کولنس سینیر اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب گورنمنٹ۔

---

## سیالکوٹ کنونشن

امسال سیالکوٹ کنونشن کا جلسہ ۲۲ ستمبر کی شام سے شروع ہوگا اور ۲۸ ستمبر کی صبح کو ختم ہوگا حسب معمول لائق اور روح سے معمور بزرگ اور خدا رسیدہ واعظ نصیحت کے لئے بلائے گئے ہیں۔ اگرچہ سب چیزیں گراں ہیں۔ لیکن کوشش ہو رہی ہے کہ چیزوں کے نرخ ایسے حساب سے باندھے جائیں کہ حاضرین جلسہ پر بار نہ ہوں مستورات کے لئے رہائش کا انتظام سی۔ ٹی۔ آئی کی عمارات میں ہوگا اور آدمیوں کے لئے خیموں میں بندوبست ہوگا۔ اگر کسی کے پاس تنبو ہو اور وہ اس کو لاسکیں تو بڑی آسانی سے اُنکو لگانیکی جگہ ملجائیگی۔

کنونشن کا مضمون ہے "خدا کے لوگ" افسیوں ۲: ۱۹ - ۱۰ و طیطس ۲: ۱۴ استدعا ہے کہ جو کنونشن میں دلچسپی رکھتے ہیں اور پنجاب کی کلیسیا میں بیداری دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ اپنی دعاؤں میں کنونشن کو یاد رکھیں۔ رہائش اور دیگر معاملات متعلقہ سیالکوٹ کنونشن کے لئے سیکرٹری سیالکوٹ کنونشن بارہ پتھر سیالکوٹ سے خط و کتابت کریں۔

---

## بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پرفضا اور صحت افزا مقام پر واقعہ ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر۔ جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

**پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ**
**ضلع گورداسپور**

**ایتھنز** ۲ ستمبر۔ ایک سرکاری رپورٹ تسلیم کرتی ہے کہ عسکل شہر کو یونانی فوج نے خالی کردیا ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۲ سے آگے)

قصہ وگرگوں سننے میں آتا۔ لہذا اب ہم سب بھنڈارہ کرکے شیونرائنی سنت بلاوینگے۔ چاہئے کہ اُس روز فیصلہ ہو کہ دکھ ہرن گورو کون ہے۔ شیونرائن داس یا کہ یسوع مسیح۔

## شیونرائنیوں سے مباحثہ

تاریخ متعینہ پر دُور دراز سے شیونرائنی سنت جمع ہوئے۔ مباحثہ سننے کی غرض سے آس پاس کے دیہاتوں سے شائقینوں نے خاصی بھیڑ لگا رکھی تھی۔ راقم بھی اُن کے درمیان جا پہنچا۔ اوّلاً چھوٹی سی دعا کرکے ایک بھجن گایا جس کا شروع "مسیحا جی کو سمرو بھائی۔ تم سورگ دھام سوکھ پائے وغیرہ۔ سامعین بڑی سنجیدگی سے بھجن سُنتے رہے۔ جب تب شیونرائنی سنت دھنیہ گورو دھنیہ گورو کرتے ہوئے سجدے میں جھک جایا کرتے تھے۔ خلاصہ کیفیت۔ سوال پیدا ہوا کہ دُکھ ہرن گورو کون ہے۔ ایک مہنت نے شیونرائین (بیجک) کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے کہا شیونرائن داس دکھ ہرن گورو ہیں۔ میں نے کہا وہ مقام بیجک سے نکالئے جہاں دُکھ ہرن گورو کا بیان آیا ہے۔ مہنت نے فوراً بیجک میرے ہاتھ میں دے کر بڑے فخر سے کہا آپ ہی سنائیے۔ ہم سب سننا چاہتے ہیں۔ شیونرائنیوں کا گمان تھا کہ یہ بیجک اور کوئی نہیں پڑھ سکیگا کیونکہ قلمی تحریر ہندی میں تھا میں نے مقام مذکور نکال کر یہ دوہا پڑھا۔ دُکھ ہرن نام سے گورو کہاوے۔ بڑے بھاگ سے درشن پاوے کیوں سنتو؟ آپ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ دوہا کہتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیونرائند آپ دکھ ہرن گورو نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اور کسی کو دکھ ہرن نام سے پکارتے ہیں۔ تاہم شیونرائن داس خودی میں ہو کر دُکھ ہرن کا نام ظاہر نہیں کیا۔ لیکن اُس کے اوصاف یعنے گن لیکر دکھ ہرن نام سے بیجک میں ظاہر کیا ہے۔ آپ لوگ خوب دھیان سے سوچ لیجئے یعنے دُکھ ہرن اُسی کا نام ہے۔ جو لوگوں کے جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے دکھ دُور کرے۔ جیسا خداوند یسوع مسیح نے کیا ہے۔ مثلاً اندھوں کو آنکھیں دیں۔ لنگڑوں کو چلنے پھرنے کے لئے پیر اور بہروں کو سُننے کے لئے کان۔ اور کوڑھیوں کو پاک صاف کیا اور مُردوں کو جلایا وغیرہ غرضیکہ ہر قسم کی بیماری و تکلیف لوگوں سے دُور کی۔ اس لئے یسوع مسیح کا نام دُکھ ہرن گورو کہلایا۔ اُسی کو شیونرائند دُکھ ہرن نام سے بیجک میں تسلیم کرتے ہیں۔ قصہ کوتاہ تین گھنٹے کی بحث مباحثہ کے بعد لوگوں نے مان لیا اور اقرار کیا کہ آج ہم پر یہ بھید کُھلا کہ شیونرائند اس نہیں بلکہ یسوع مسیح حقیقی دُکھ ہرن گورو ہیں۔ دھنیہ گورو آپ کے نام کے بلہاری۔ یہ کہکر شیونرائنی سجدے میں جھک پڑے۔ علاوہ بریں میں نے انجیل یوحنا پہلا باب پڑھکر سُنایا اور نجات کی تعلیم دیتے ہوئے کہا۔

پاپ سندھو سب ڈوبتے چنگا تیرتھ جان
رسی کچ بلدان پر بھوڈال کھینچ کیو تران

خداوند مسیح کے کفارہ کی تعلیم سُنکر لوگوں کے دل موم سا ہو رہے تھے۔ اور خداوند کی روح لوگوں کے دلوں میں کام کر رہی تھی۔ وے بول اُٹھے یسوع مسیح دُکھ ہرن گورو کی جے۔ یہ صدائیں سُنتے میرے دل میں اور بھی اُمنگ پیدا ہو رہی تھی۔ اور کہا۔

مسیح نام جپتے رہو یہی نام ہے تنت
تین لوک چودہ بھون چھائے ہے بھگونت

بعد اختتام مضمون ایک اور بھجن گایا۔ بیمل کیوں جنم گنواؤ۔ جیتن رتن پایے وغیرہ۔ اخیر میں لوگوں نے بڑے محبت و پریم سے مجھ سے ہاتھ ملایا اور یسوع مسیح دکھ ہرن گورو کی جے جے کرتے ہوئے جلسہ برخاست ہوا۔ ناظرین سے دل التماس ہے کہ اس جدید کارروائی کو اپنی دعاؤں میں یاد فرماتے رہینگے۔ تاکہ روح کی بارش سے لوگوں کے دل سیراب ہو کر راستی اختیار کریں اور فضل کے تیل سے اُن کے دل منور ہو کر خداوند کے جلال کے لئے بردمند ہوں فقط

نیاز مند۔ بندہ پرتھوی لعل۔

---

## شیرنی کا دودھ

گذشتہ سے پیوستہ

لفظ گھاٹ " کرو وہ گھاٹ " کہہ رہے تھے اور گھاٹ " کے گھا " کو انہوں نے اتنا کھینچا کہ تقریب ایک یا ڈیڑھ فرلانگ پر پہنچکر " ٹہ " کہا اور جب اُس نے مصرعہ ختم کیا یعنے " ٹہ " کہا تو ساتھ ہی میری جانب مخاطب ہو کر کہا اور نہایت غضبناک ہو کر فرمایا " ہٹ جاؤ یو کالا آدمی آگے سے ہم آگے جاوینگے " راستہ تو اتنا تھا نہیں کہ میں کالا آدمی انہیں آگے آسانی سے نکل جانے دیتا۔ لیکن تو بھی میں کالا آدمی اُن کی زبان سے یہ جملہ سُنتے ہی برف کے تختے پر چڑھ گیا اور وہ آگے بڑھ گئے۔ جب وہ آگے بڑھ گئے تو بندہ پھر برف کے تختے سے اُتر کر سڑک پر آگیا اُن کے پیچھے ایک یوروپین لیڈی آرہی تھی وہ بھی اُن کا یہ جملہ سُنکر ہنس پڑیں۔ دھوبی صاحب آگے آگے اُن کے پیچھے بندہ اور بندے کے پیچھے وہ لیڈی چلے جا رہے تھے۔ اب پھر انہوں نے اپنا وہی جملہ شروع کر دیا یعنے " وہ آپتو گزر گئن پار اُتر گئے ہم تو رہ گئے گھاٹ " اور اس مرتبہ پھر گھاٹ کے گھا کو طول دیتے چلے جا رہے تھے کہ آگے دوراہا آگیا۔ ایک راستہ سیدھا جاتا تھا اور دوسرا ایک پہاڑی پر جاتا تھا آپ گھا کو کھینچے ہوئے سیدھی راہ کے بجائے پہاڑی کی راہ پر ہو لئے۔ شاید بیس ہی قدم بڑھے ہونگے کہ انہوں نے نہایت جھٹکے کے ساتھ " ٹ " ادا کیا اور " رٹ " کے کہنے کے ساتھ ہی انکا پیر برف پر رپٹ گیا۔ اور رپٹتے ہی گر پڑے اور

تازہ گری ہوئی برف میں لتھ پتھ ہو گئے۔ اب شیرنی کے دودھ نے جو صرف زبان درازی ہی کی طاقت دیتا ہے اتنی مدد نہ کی کہ وہ پھر خود ہی اُٹھ کھڑے ہوتے۔ بس فوراً لگے چلانے۔ ڈانٹ ڈپٹ تو برف پر پڑے ہوئے بھی بہت کچھ دکھائی دی۔ لیکن جب مطلب براری نہ ہوئی تو منت پر اُتر آئے اور عجز سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے "اے بھائی بابو ذرا مجھے برف میں سے نکال لئے جانا"۔ میں نے جواب دیا۔ بھائی میرے نزدیک اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں کالا آدمی آپ جیسے گورے آدمی کو برف پر سے اُٹھاؤں۔ ڈرتا ہوں کہیں آپ بھی میرا ہاتھ لگ جانے سے کالے نہ ہو جاویں۔ وہ یوروپین لیڈی جو میرے پیچھے تھی اور اب اُس کو گرتا دیکھکر کھڑی ہو گئی تھی پھر ہنس پڑی اور ساتھ ہی نہایت عجز سے مجھے کہا کہ "وہ بہت نشے میں ہے۔ اگر اُٹھایا نہ جائیگا تو تھوڑے عرصہ میں ٹھنڈ سے مرجائیگا آؤ ہم دونوں چلکر اُسے اُٹھا دیں۔ میرا خود بھی یہی خیال تھا۔ غرضیکہ ہم دونوں نے جاکر اُسے برف سے نکالا اور سیدھی سڑک پر لائے۔ اب وہ ہم سے آگے نہیں رہا بلکہ پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔ اُس سے آگے میں اور میرے آگے وہ لیڈی تھی۔ اُنہوں نے پھر اپنا راگ شروع کر دیا۔ لیکن بہت ہوشیاری سے سنبھل سنبھل کر چلنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن شیرنی کا دودھ کب اُنہیں سنبھلنے دیتا تھا۔ اُسی بیڈھنگی رفتار سے لڑکھڑاتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ میں نے اور اس لیڈی نے اب جلد جلد قدم اُٹھانے شروع کر دیئے تھے۔ اور اس سے دور نکل گئے تھے لیکن اُن کا وہی مصرعہ۔

"آپ تو کرشن پار اُتر گئے ہم تو رہ گئے گھاٹ"

سنتے ہوئے اور ہنستے ہوئے چلے جارہے تھے۔ ہنوز اُنہوں نے گھاٹ کے "گھا" ہی کو کھینچ رکھا تھا اور "ٹ" پر پہنچے تھے کہ ہم دونوں سڑک کے موڑ سے آگے نکل گئے۔

دوسرے روز صبح کے وقت جب میں دفتر جارہا تھا تو اُس جگہ کے قریب ہی جہاں رات کو ہمارا اور اُس دھول کا ساتھ چھوٹا تھا چند پولیس کانسٹیبل اور ایک سب انسپکٹر صاحب کھڑے ہوئے کسی شخص کی لاش کو جو برف پر پڑی تھی اور جس کے اوپر بھی قریباً چھ چھ انچ برف جمی ہوئی تھی قلیوں کے ذریعہ اُٹھوا کر لیجانے کا انتظام کر رہے تھے اور راہگیروں کو روک روک کر دریافت کر رہے تھے کہ تم اس شخص کو جو مرا پڑا ہے جانتے ہو۔ کیا تم کو اس کے کسی وارث کا پتہ معلوم ہے؟ چنانچہ مجھ سے بھی دریافت کیا۔ میں جب اُسے دیکھنے کے لئے آگے بڑھا تو کیا دیکھا کہ وہی رات والا دھول ہے جو کل بالکل اپنے حسب حال ہی ایک معنے میں پیشینگوئی کی غرض سے اس مصرعہ کو رٹ رہا تھا۔ یعنی ع

"آپ تو کرشن پار اُتر گئے ہم تو رہ گئے گھاٹ"

اُف۔ اس شراب خانہ خراب کی بدولت آج یہ بیچارا بستر برف پر بلا حس و حرکت اور بے جان پڑا ہے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے اور لاش گھاٹ پڑی رہ گئی یا یوں کہا جائے کہ شیرنی کے دودھ کی طاقت ہوا ہو گئی۔ ساتھ ہی اپنی طاقت کے زور سے روح کو ہمراہ لیگئی یا دوسرے معنوں میں کرشن کی طرح پار اُتر گئی اور یہ بیچارہ درحقیقت ایک بے جان اور لاوارث لاش کی صورت میں گھاٹ رہ گئے۔ ہائے افسوس ایک عجیب درد انگیز واقعہ ہے جس نے اس تنگ سڑک پر عجیب سماں باندھ رکھا تھا: ناظرین کو واضح ہو کہ یہ اس شیرنی کے دودھ کی بے نظیر قوت کے آخری نتیجہ کا دل ہلا دینے والا آخری سین تھا جو تمام ہوا۔

لہٰذا التجا ہے کہ ہمارے سب مسیحی بھائی بوڑھے اور جوان اس سچے قصے سے سبق عبرت حاصل کرینگے۔ اور اب سب ملکر دعا کریں کہ اس شیرنی کے دودھ کے پینے کی بری علت سے خداوند تمام ہندوستانی بھائیوں کو عموماً اور مسیحی بھائیوں کو خصوصاً بچائے رکھے۔ ہمارے پیارے منجی یسوع مسیح کے پاک اور بزرگ نام کی خاطر آمین۔

راقم خاکسار۔ خادم القوم۔ پی۔ ایس۔ این دین۔ قریشی۔ خنجر شملوی۔ انوکرہ منصوری۔

---

# کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودیانہ

سنہ ۱۸۸۹ء سے قائم ہے۔

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء سے تین جماعتیں لوئر پرائمری کی ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے حصہ ہائی کے طالب علم برائے حصول تعلیم مشن ہائی سکول میں داخل ہوتے ہیں۔

شرح خرچ خوراک فی طالب علم چھ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری فیس کا تہائی ہے متفرق خرچ اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جو کشا ۸ء سے ۱۰ء تک گرد کو ڈل ۸ء سے ۲ء تک مل سکتا ہے۔ مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

نور افشاں کی توسیع اشاعت کے لئے نہایت سرگرم کوشش کیجئے +

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینجر نورافشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا +